جرمِ وفا

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی

جرمِ وفا

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی

دوسری جنگِ عظیم کے وقت بے شمار حیران کن واقعات رونما ہوئے۔ انہی واقعات میں سے ایک واقعہ جو انسانی جبلت کی نشاندہی کرتا ہے، بطورِ خاص ہٹلر کے مزاج کی تشریح ہے۔ جنگِ عظیم کے دوران ایسے واقعات بے شمار رونما ہوئے کچھ سامنے آئے کچھ مخفی رہے۔

دوسری جنگِ عظیم کا ایک انوکھا واقعہ

وہ ملٹری انٹیلی جنس کے ایک اہم عہدے پر فائز تھا اور اس عہدے تک پہنچنے میں نہ صرف اس کی ذہانت اور بہادری کو دخل تھا بلکہ اپنے وطن سے بے پناہ محبت نے اس کے دل میں عزم وجرأت کے وہ چراغ روشن کردیے تھے جو کسی صورت نہیں بجھ سکتے۔

وہ پوجنے کی حد تک ہٹلر کی پرستش کرتا تھا اور ہٹلر کو ملک وقوم کا عظیم سرمایہ تصور کرتا تھا۔

ہر چند کہ وہ ہٹلر سے کبھی نہیں ملا تھا لیکن اس کے دل میں یہ خواہش ضرور تھی کہ کبھی اسے یہ سعادت نصیب ہوسکے کہ وہ اس عظیم رہنما سے ہاتھ ملاسکے، اسے قریب سے دیکھ سکے، اس سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کرسکے۔

کچھ دن قبل اس کی یہ خواہش شدید ہوگئی تھی جب اس نے ایک اخبار میں ہٹلر کی تازہ تصویر دیکھی تھی جس میں کسی فوجی افسر کے سینے پر خود اپنے ہاتھ سے تمغا سجارہا تھا۔ اس نے چشم تصور سے دیکھا تھا کہ اس فوجی افسر کی جگہ وہ خود ہے اور ہٹلر اس کے سینے پر تمغا سجارہا ہے۔ اس افسر نے جنگ کے دوران میں کوئی عظیم کارنامہ انجام دیا تھا۔ اس کے بعد وہ کئی دن کھویا کھویا سارہا تھا۔

اس کے سارے وجود پر جیسے وہ تمغا محیط ہوگیا تھا اور اس نے سوچا تھا۔ کیا وہ بھی کبھی ایسا کوئی کارنامہ انجام دے سکے گا کہ اس کے سینے پر بھی تمغا سجے، وہ بھی ہٹلر سے ہاتھ ملائے اور مستقبل کا مورخ اس کا نام بھی جرمنی کے ان عظیم سپوتوں میں درج کرے جس کے کارناموں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

جنگِ عظیم دوم...... اب اس مرحلے میں داخل ہوچکی تھی کہ ہر محاذ پر جرمن فوجیں پسپا ہورہی تھیں۔ اتحادیوں نے اب جرمن علاقے کی طرف پیش قدمی شروع کردی تھی اور بہت سے جرمن گاؤں اور قصبے ان کے قبضے میں آچکے تھے لیکن ابھی جرمن قوم کے حوصلے بلند تھے کیونکہ اس میں شیفر جیسے جوان موجود تھے جو ہٹلر کے حکم کو آخری حکم تصور کرتے تھے۔ چاہے انہیں اپنی زندگی ہی سے کیوں نہ گزر جانا پڑے۔

انہی دنوں شیفر کو اس کے چیف نے طلب کیا۔ وہ شیفر...... جو تمغے کے خواب دیکھتا تھا جو ہٹلر کو جرمن قوم کا نجات دہندہ تصور کرتا تھا اور وہ شیفر جو اپنے ملک وقوم کے لیے جان بھی دے سکتا تھا۔ جب اسے طلب کیا گیا تو اس کے ذہن میں ایک بار پھر تمغا ناچنے لگا۔ شاید اسے کوئی اہم کام سونپا جائے گا۔ اس نے سوچا۔

چیف ملٹری انٹیلی جنس کے احکامات اسے مختلف ذرائع سے ملتے رہتے تھے اور وہ ان پر عمل کرتا رہتا تھا مگر ایسے موقع بہت کم آتے تھے کہ اسے طلب کیا جاتا۔ وہ ان مواقع کی اہمیت سے آگاہ تھا۔ جب بھی اسے طلب کیا گیا تھا تو کوئی اہم کام سپرد کیا گیا تھا جس میں انتہائی رازداری کی ضرورت ہوتی تھی۔

شیفر انہی خیالات میں غلطاں چیف کے کمرے میں

داخل ہوا۔ چیف نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ وہ بیٹھ گیا وہ جانتا تھا کہ اس ساؤنڈ پروف کمرے میں ہونے والی گفتگو انتہائی اہم نوعیت کی ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ ہمہ تن گوش ہوگیا۔

"شیفر تمہارا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ تم ذہین، بہادر اور محبِ وطن ہو۔ تم جرمن قوم کے لیے جان تک دے سکتے ہو۔ تمہاری وفاداری اور جاں نثاری پر رشک کیا جاسکتا ہے۔" یہ کہہ کر چیف نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔ شیفر کا چہرہ جوش کے سبب سرخ ہورہا تھا۔ چیف کے ہونٹوں کو پھر حرکت ہوئی۔

"دراصل میں نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لیے طلب کیا ہے اور میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔"

"میں ہمہ تن گوش ہوں سر!" شیفر نے چیف کے خاموش ہوتے ہی کہا۔

"دراصل ہائی کمان نے پانچ ایسے افراد کے نام طلب کیے تھے جن کا ریکارڈ بے داغ ہو۔ جو ذہین، بہادر اور وطن پرست ہوں اور جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ تمہیں شاید یہ جان کر خوشی ہو کہ ان پانچ افراد میں تمہارا نام بھی شامل تھا۔" چیف نے رک کر شیفر کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"میرا...... میرا نام سر!" شیفر کے لہجے میں دبا دبا جوش اور مسرت کا عنصر تھا۔

"ہاں! شیفر تمہارا نام! اور یہ جان کر تمہیں بے حد مسرت ہوگی کہ وہ پانچوں نام اور ان کے متعلق تفصیلات عظیم فیوہرر نے خود ملاحظہ کیں پھر وہ نام مجھے واپس بھیج دیے گئے۔ کیا تم یقین کروگے شیفر کہ عظیم فیوہرر نے جس نام پر خود اپنے دستِ مبارک سے نشان لگایا وہ نام تمہارا نام تھا۔ شیفر تمہارا نام!"

شیفر کا دل چاہا کہ وہ خوشی سے چیخ پڑے، رقص کرنے لگے، جھومنے لگے، اتنا بڑا اعزاز، وہ خوابوں میں کھوگیا اور پھر اس وقت چونکا جب چیف نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

"کیا تمہیں اس بات سے خوشی نہیں ہوئی شیفر۔"

"سر! سر! م...... میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ...... م...... مجھے...... مجھے اتنا بڑا اعزاز ملے گا۔" شیفر نے خوشی

سے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔

”ملک وقوم کے لیے جان قربان کر دینے کے مواقع خوش نصیبوں ہی کو میسر آتے ہیں شیفر! اور تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں ایک ایسے ہی کام کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔“ چیف برنارڈ کی آواز پُرجوش ہوتی گئی۔ ”تمہیں ایک عظیم مقصد کے حصول کی خاطر ملک وقوم کے حضور نذرانۂ جاں پیش کرنا ہے۔ کیا تم ذہنی طور پر اس کے لیے آمادہ ہو شیفر؟“

”میں اپنی خوش نصیبی پر جتنا ناز کروں، کم ہے سر!“ شیفر نے بھی پُرجوش لہجے میں کہا۔

”تو سنو شیفر! تمہیں اس مشن پر جانا ہے جس کا نام ہم نے ”ڈیتھ مشن“ رکھا ہے۔ یہ حقیقتاً بھی موت کا مشن ہے اور اسے تم جان دے کر ہی پورا کر سکتے ہو۔“ چیف برنارڈ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ”تم واقف ہو کہ اتحادی درندوں کے ناپاک قدم اب جرمن علاقوں تک بھی آپہنچے ہیں۔ تمہیں انہی مقبوضہ علاقوں میں سے ایک علاقے میں بھیجا جائے گا۔“

چیف برنارڈ نے بہت مدھم لہجے میں شیفر کو اس علاقے کا نام بتایا اور یہ نام سن کر شیفر چونک پڑا وہ اس علاقہ کی اہمیت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔

شیفر جب برنارڈ سے مکمل تفصیلی گفتگو کر کے باہر نکلا تو اس کے چشم تصور میں تمغا رقص کر رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ کاش! اسے کسی ایسی مہم پر بھیجا جاتا جس میں اس کے زندہ بچنے کے امکانات ہوتے۔

شیفر کو جرمن مقبوضہ علاقہ میں ایک ایسے فوجی ہیڈکوارٹر کو تباہ کرنا تھا جو اتحادیوں کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتا تھا۔

اتحادیوں نے اسی لیے اس کی حفاظت کے زبردست انتظامات کر رکھے تھے۔ اگرچہ اس مقبوضہ علاقہ کی جرمن آبادی اتحادیوں کے حق میں نہیں تھی لیکن انہوں نے مقامی آبادی کو جبر وتشدد سے دبا رکھا تھا۔ اس علاقے کی حفاظت کے لیے اتحادیوں نے جدید ترین وسائل سے کام لیا تھا اس کا سبب وہ فوجی ہیڈکوارٹر تھا جو ایک خیالے رنگ کی عمارت میں تھا اور اس عمارت سے بہت سے اسرار وابستہ تھے۔

منصوبے کے مطابق ایک جرمن جنگی جہاز کو اینٹی ایئرکرافٹ گنز کی فصیل عبور کرنی تھی کیونکہ جہاز کے اس علاقے میں داخل ہوتے ہی اسے دیکھ لیا جاتا۔ قدم قدم پہ ریڈار نصب تھے۔ جرمن جہاز کو دیکھتے ہی اتحادیوں کی گنز آگ برسانے لگتیں جن کی زد سے جہاز کا بچ نکلنا معجزے سے کم نہ ہوتا۔

شیفر کو جہاز تباہ ہونے سے پہلے کسی مناسب مقام پر چھلانگ لگانی تھی۔ اس مہم کی کامیابی شیفر کی موت کے بغیر ممکن نہیں تھی اور وہ مرنے کے لیے تیار تھا۔

شیفر کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی تھی کہ کسی مرحلے پر کوئی ایسا کارنامہ انجام دے جو اسے دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دے۔ کچھ نہ کچھ کرنے کی آرزو اسے ہمیشہ مضطرب رکھتی تھی۔

جب عظیم جرمنی کے عظیم رہنما ہٹلر نے آگ اور خون کا کھیل شروع کیا تھا تو شیفر اس میں شریک ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ جنگ میں شریک ہو کر کوئی یادگار کارنامہ انجام دینے کے مواقع بہرحال زیادہ تھے۔ اس نے اپنی بے جگری اور جیالے پن سے بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کی تھیں۔ اس نے عظیم جرمن پر اپنی جان نثار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا مگر وہ چاہتا تھا کہ مرنے سے پہلے وہ کوئی ایسا کارنامہ انجام دے سکے کہ آئندہ نسلیں اسے عزت واحترام سے یاد کریں۔ اس پر فخر کریں، اس کے کارنامے کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اب اسے یہ موقع نصیب ہو گیا تھا۔

جب وہ چیف برنارڈ سے مل کر لوٹ رہا تھا تو بار بار اس کے ذہن میں چیف کا کہا ہوا ایک جملہ گونج رہا تھا۔

”شیفر! تم مادرِ وطن کی خاطر جان دینے جا رہے ہو۔ وطن کا ذرہ ذرہ تمہاری اس قربانی کو یاد رکھے گا۔“

☆☆☆

وہ حیات شکن جھٹکا شیفر کے لیے حیات بخش تھا کیونکہ اس کے ساتھ ہی پیراشوٹ کھل گیا تھا۔ وہ کافی دیر سے فضا میں قلابازیاں کھاتا ہوا زمین کی طرف گر رہا تھا۔ اس کے صحیح سلامت بچنے کا امکان پیراشوٹ کے کھلنے پر تھا۔

لمحے صدیوں پر محیط لگ رہے تھے اور وہ خوف کا احساس لیے ہر ممکن حادثے کے لیے تیار تھا۔ اس کی رفتار لحہ بہ لحہ تیز سے تیز ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا جا رہا تھا۔ ایسے میں پیراشوٹ کھلنے کا مخصوص جھٹکا اسے زندگی کی نوید دے گیا۔ ہوا نارمل تھی اس لیے پیراشوٹ آہستہ روی سے فضا میں تیرنے لگا۔ اس نے طویل سانس لے کر پیراشوٹ کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز سے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ

شخص پچھلے آدھے گھنٹے میں دوبارہ شدید خطرے سے گزر چکا تھا۔ وہ جس مہم پر نکلا تھا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فولادی اعصاب اور مضبوط ارادے والے شخص کی ضرورت تھی اور وہ اس معیار پر پورا اترتا تھا جب ہی اسے اس مہم کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔

اس نے اپنی پشت پر بندھے تھیلے میں اس مخصوص بم کو محسوس کیا جو اس منصوبے کی جان تھا۔ اسے یہ بم سینے سے باندھ کر اس عمارت میں داخل ہونا تھا۔ یہ بم انتہائی طاقت ور اور اثر انگیز تھا۔

دفعتاً..... فضا پے در پے دھماکوں سے گونج اٹھی۔

اینٹی ایئرکرافٹ گنز کے دہانے کھل گئے۔ چند لمحے بعد ہی اس نے ایک زبردست دھماکا سنا۔ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آگ کا ایک گولا زمین کی طرف گر رہا تھا۔ اسے جو جہاز اس علاقے میں لے کر آیا تھا اسے دشمن نے مار گرایا تھا چند لمحے اس کا ذہن سائیں سائیں کرتا رہا پھر پُرسکون ہو گیا۔

اس نے منصوبے کی جزئیات سوچیں۔ وہ جس عمارت کو تباہ کرنے جا رہا تھا وہاں بھی حفاظت کا کڑا انتظام تھا۔ اس عمارت میں داخل ہونے کا واحد راستہ وہ آہنی گیٹ تھا جو صرف صبح شام کے وقت کھلتا تھا، اس کے علاوہ یہاں چیکنگ کا اتنا سخت انتظام تھا کہ کسی غیر متعلقہ شخص کا صحیح سلامت داخل ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ شیفر کو انہی مواقع سے فائدہ اٹھانا تھا۔ اسے گیٹ کھلتے ہی پوری قوت سے عمارت کے اندر داخل ہونا تھا۔ ظاہر ہے اسے دیوانہ وار عمارت میں گھستا دیکھ کر وہاں متعین محافظ اس پر گولیاں برساتے اور ادھر وہ بم کا سیفٹی کیچ ہٹا چکا ہوتا۔ بم ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ جاتا اور ساتھ ہی وہ عمارت بھی نیست ونابود ہو جاتی۔

اسے زمین کے قریب آنے کا احساس ہوا تو اس نے زمین پر اترنے کی پوزیشن لے لی۔ زمین نے آہستگی سے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس نے جلدی جلدی پیراشوٹ سے نجات حاصل کی اور اسے ایک طرف پھینک کر سمت کا اندازہ کیا اور اپنی مطلوبہ سمت کی طرف دوڑنے لگا۔ پتھریلی اور دشوار گزار راہ سے نسبتاً ہموار جگہ آ کر اس نے طویل سانس لیا اور چہرے کا پسینا پونچھا۔ اس کی چھٹی حس خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ اس نے چوکنا نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ اس وقت اس نے اچانک دوڑتے قدموں کی آواز سنی پھر معاً فائرنگ شروع ہو گئی۔ وہ مخالف سمت بھاگ کھڑا ہوا مگر دوسری جانب سے بھی گولیوں نے استقبال کیا۔ قریب ہی کسی آبادی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

وہ اس سمت لپکا لیکن آبادی سے پہلے ہی ایک گولی نے اس کی پنڈلی چھید دی وہ گرا اور پھر اٹھ کر بھاگا۔ اسے اپنی جان سے زیادہ اس بم کی فکر تھی جو اس کی پشت سے بندھا ہوا تھا، اگر کوئی بھولی بھٹکی گولی اس سے ٹکرا جاتی تو نہ صرف اس کا وجود ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر جاتا بلکہ اس کا منصوبہ بھی ناکام ہو جاتا۔ وہ لنگڑاتا ہوا بھاگا کہ ایک اور گولی اس کے بازو میں بھی پیوست ہو گئی۔ اسے دیکھ لیا گیا تھا اور یہ بہت خطرناک تھا۔ اس کی پنڈلی اور بازو سے تیزی کے ساتھ خون بہہ رہا تھا اور اب وہ ایک طرح گھسٹتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرا آ جاتا لیکن وہ مسلسل بڑھتا رہا۔

وہ کوئی ابھرا ہوا پتھر تھا جس سے ٹکرا کر وہ گر پڑا تھا اور اس کا سر دوسرے پتھر سے ٹکرایا تھا۔ حواس کھونے سے پہلے اس نے بہت سے لوگوں کو اپنی جانب دوڑتے دیکھا تھا اور اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ اس کی طرف دوڑنے والے اس کے دشمن ہی ہو سکتے تھے جو اس پر گولیاں برساتے رہے تھے اور ہر قیمت پر اسے ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔

☆☆☆

ہوش آنے پر شیفر نے خود کو چند اجنبی چہروں کے درمیان پایا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا ایک نوجوان بول پڑا۔ ”ہم نے تمہیں جرمن جنگی جہاز سے کودتے دیکھ لیا تھا اور سمجھ گئے تھے کہ تم اپنے ہو، اس لیے ہم نے تمہیں اتحادی کتّوں سے بچا لیا۔ تم یقیناً کوئی عظیم مقصد لے کر یہاں آئے ہو گے۔“

شیفر تکلیف سے کراہا اور اس وقت ہی اسے معلوم ہوا کہ اس کے زخموں کی ڈریسنگ کی جا چکی ہے۔ ابھی شیفر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک اور نوجوان گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور آتے ہی جرمن زبان میں چیخا۔

”اتحادی کُتّے اِدھر آ رہے ہیں۔“

شیفر کو تین چار نوجوانوں نے تیزی سے اٹھایا اور اس مکان کے پچھلے دروازے سے نکل گئے۔ کچھ دیر بعد ہی شیفر ایک اور بوسیدہ سے مکان میں تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے بچانے والے مقامی جرمن ہیں۔

دو دن تک شیفر ایک مکان سے دوسرے اور دوسرے

سے تیسرے میں منتقل کیا جاتا رہا اور پھر اسے ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں خطرہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ وہ عمارت بمباری کے سبب تباہ ہو چکی تھی۔ عمارت کی جگہ اب کھنڈر رہ گئے تھے۔

جس شب شیفر کو اس کھنڈر نما عمارت میں پہنچایا گیا اس کی صبح ایک حسین و نوجوان لڑکی شیفر کے لیے ناشتا لے کر آئی۔

اس لڑکی نے اپنا نام جیمی بتایا تھا۔ شیفر کو پہلی ہی نظر میں وہ گڑیا سی لڑکی بہت اچھی لگی تھی۔

شیفر کے زخم ابھی پوری طرح بھرے نہیں تھے۔ جیمی صبح شام آتی رہی پھر ایک دن جیمی نے شیفر سے اس کی آمد کا مقصد پوچھا۔ شیفر اس حسین و معصوم لڑکی سے جھوٹ نہ بول سکا کیونکہ اس نے بھی لڑکی کی آنکھوں میں محبت کی تحریر پڑھ لی تھی۔ دوسرے دن جیمی آئی تو اس کے ہمراہ ایک اور نوجوان بھی تھا۔ وہ نوجوان جیمی کا بھائی تھا۔ اس نے اپنا نام ہیون بتایا تھا۔ اس نے شیفر سے اپنا مکمل تعارف کرایا۔ ہیون نوجوان جرمنوں کی ایک خفیہ تنظیم کا رکن تھا جو اتحادیوں کے خلاف کام کر رہی تھی۔ ہیون کو بھی تمام منصوبے سے آگاہ کر دیا۔

ہیون نے کچھ سوچتے ہوئے شیفر کو مخاطب کیا۔ ”شیفر، تمہارا مقصد وہ عمارت تباہ کرنا ہے نا؟“

”ہاں!“ شیفر نے مختصراً کہا۔

”اگر تم چاہو تو ایک متبادل راستے سے اس عمارت میں داخل ہو سکتے ہو۔“ ہیون نے انکشاف کیا۔

”لیکن میرے دوست اس عمارت میں داخل ہونے کا واحد راستہ......“

”پہلے میری بات سن لو! یہ بتاؤ کیا تم اپنے پروگرام میں خاطر خواہ تبدیلی کر سکتے ہو؟“

”میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا۔“ شیفر بولا۔

”میں تمہیں ایک دوسرے راستے سے عمارت میں داخل کرا سکتا ہوں، اگر تم چاہو تو......“

”......مگر یہ ناممکن ہے کیونکہ ہماری معلومات کے مطابق عمارت کی حفاظت کا بہت کڑا انتظام ہے۔ اس عمارت میں کسی اور طریقے سے داخل ہونا ناممکن ہے۔“

”میرے دوست یہ تمہاری لاعلمی ہے جو تم اپنی بات پر اصرار کر رہے ہو، غور سے سنو! عمارت کے عقب میں سیکڑوں میل پر محیط خوفناک جنگل ہے۔ یہ جنگل دلدلی سرزمین کی وجہ سے بدنما ہے۔ اتحادی فوجوں نے عمارت کی حفاظت کے لیے وہاں فوجی دستے متعین کرنا چاہے مگر ان کے بہت سے سپاہی دلدل کا شکار ہو گئے۔ دوسرے یہ جنگل حشرات الارض اور درندوں کی وجہ سے اب تک کسی کے قابو میں نہیں آیا ہے۔ اجنبی لوگ یہاں داخل ہو کر زندہ واپس نہیں نکلتے۔ مجھے اس علاقے سے مکمل واقفیت ہے۔ تم چاہو تو میں تمہیں عمارت کی عقبی دیوار تک پہنچانے کا ذمہ لے سکتا ہوں۔ تم غور کر لو، کل میں پھر آؤں گا۔“

یہ کہہ کر ہیون اٹھ کھڑا ہوا اور جیمی بھی اس کے ساتھ ہی اٹھی۔ اسی وقت شیفر اور جیمی کی نظریں آپس میں ٹکرائیں اور شیفر نے محسوس کیا جیسے جیمی کی خاموش نگاہیں اس سے التجا کر رہی ہوں کہ وہ ہیون کی بات مان لے۔ ان دونوں کے قدموں کی دور ہوتی چاپ کے ساتھ ساتھ شیفر کے چشم تصور میں تمغا رقص کرنے لگا۔ وہ زندہ رہ کر تمغے کا حق دار بن سکتا تھا۔

ہیون کی پیش کش معمولی نہ تھی۔ اس نے زندگی کی نوید دی تھی۔ وہ اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ زندگی ست رنگ آرزوؤں اور رعنائیوں کا محور! زندگی کے ساتھ ہی جیمی کا سراپا بھی منسوب تھا۔ جیمی جواب اس کی دوسری بڑی آرزو بن گئی تھی۔ ہیون کی بات مان کر وہ جیمی کے ساتھ ساتھ اپنی سب سے بڑی خواہش پوری ہوتے دیکھ سکتا تھا۔ اس نے سوچا جب وہ زندہ سلامت اپنے چیف کے سامنے پہنچے گا تو وہ حیرت زدہ رہ جائے گا پھر اس کے کارنامے کی دھوم مچ جائے گی۔ وہ ناممکن بات ممکن کر دکھائے گا۔ وہ عمارت تباہ کرنے کے باوجود زندہ بچ سکتا ہے، زندہ رہنے کی آرزو نے اسے ہیون کی بات ماننے پر اکسایا۔ جیمی کے تصور نے اس کی تائید کی اور وہ فیصلے پر پہنچ گیا۔ ابھی اس کے پاس عمارت تباہ کرنے کے لیے دو دن باقی تھے۔ محکمے کے پروگرام کے مطابق اسے جو مدت دی گئی تھی وہ دو دن بعد ختم ہو رہی تھی، اسے یقین تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ مقبوضہ علاقے کے باشندوں نے اسے اتحادی دشمنوں سے بچا لیا تھا اور ہیون نے اسے جینے کی راہ دکھائی تھی۔

لوگوں کے ستے ہوئے چہرے، بے رونق ماحول، جنگ سے تباہ شدہ عمارتیں اور دن رات طیاروں کی گھن گرج نے لوگوں کی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیا تھا۔ ان کے ذہن میں زندہ رہنے کی خواہش نے انہیں بڑی حد تک مفاد

پرست اور مطلبی بنا دیا تھا۔ دنیا تباہ ہو رہی تھی۔ بھوک اور افلاس کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ لہو بہہ رہا تھا اور لوگ جینے کی خواہش میں بھٹک رہے تھے۔ جنگ کی تباہ کاریوں نے ان سے سب کچھ چھین لیا تھا۔ لیکن ان کے سینوں میں جینے کی آرزو اب بھی باقی تھی۔ ایسے میں کچھ لوگوں نے وطن پر جان نثار کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ یہ لوگ اپنی جان ہتھیلی پر لیے جدوجہد میں مصروف تھے اور انہی جیالوں میں سے ایک ہیون تھا جس نے شیفر کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔

یکایک ہوائی حملے کا سائرن ہوا۔ اور شیفر کے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ اینٹی ایئر کرافٹ گنز کے دہانے شعلے اگلنے لگے۔ دھماکے، آگ اور دھوئیں کے بادل۔ شاید دشمن اپنے حریف کو غافل جان کر موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا مگر اس کا وار ناکام ہو گیا۔ جہاز کے ساتھ ہی اس کے سوار بھی گوشت کے لوتھڑوں کی شکل میں بکھر گئے۔ کون جانے دور کہیں کوئی اکیلی نار ایکا ایکی سوتے ہوئے اٹھ بیٹھی اور اس کا دل سینے سے نکلتا محسوس ہوا ہو یا کچھ ننھے منے بچے اپنی آنکھوں میں اپنے ڈیڈی کی چاہت کے گلاب سجائے سوتے میں مسکراتے مسکراتے رو پڑے ہوں۔ کون جانے......کون جانے۔

”جاناں! تم رو رہی ہو؟“ شیفر نے بوکھلا کر جیمی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

”نہیں، نہیں تو“ جیمی نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

”دیکھو جان! اس طرح کام نہیں چلے گا۔ ذرا مسکرا کر الوداع کہو تاکہ اگر کسی مشکل میں پھنس جاؤں تو تمہاری مسکراہٹ کے سہارے زندہ رہنے کا حوصلہ پا سکوں۔“

”ڈیئر! نہ جانے کیوں میرا دل لرز رہا ہے، تم آج نہ جاؤ۔“

”کیسی احمقانہ باتیں کر رہی ہو۔ میں نے کل وہاں جا کر حالات کا مکمل جائزہ لیا ہے۔ خطرے کی کوئی بات نہیں، آج میں عمارت میں داخل ہو کر کسی مناسب جگہ بم رکھ دوں گا۔“

”یہ سب ٹھیک ہے ڈیئر! لیکن نہ جانے کیوں میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔“

”نہیں جان! میں خواہ مخواہ کے واہموں میں پڑ کر نہیں رکوں گا۔ مجھے مسکرا کر الوداع کہو۔“

”اچھا تو خدا حافظ!“ جیمی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور پھر اسے نہ جانے کیا ہوا وہ تیزی سے شیفر کی بانہوں میں سما گئی۔ شیفر نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ جیمی نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اضطراری کیفیت میں وہ اسے دیکھنے لگا۔ جذب و شوق کے بے شمار لمحے گزر گئے پھر شیفر کو احساسِ فرض نے چونکا دیا۔

اس نے آہستگی سے جیمی کو الگ کیا اور اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ جہاں ہیون اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اس کا منتظر تھا۔

☆☆☆

سورج غروب ہونے کے آدھے گھنٹے بعد وہ عمارت کے عقبی حصے تک پہنچ چکے تھے۔

ہیون نے اپنے ساتھی کو ایک درخت پر چڑھنے کا اشارہ کیا اور خود شیفر کے ہمراہ دوسرے درخت کی طرف بڑھ گیا۔

شیفر نے چھت تک پہنچنے میں بڑی پھرتی سے کام لیا تھا۔ چھت پر پہنچ کر اس نے اطراف کا جائزہ لیا، اس کے اندازے کے مطابق نیچے اترنے کا راستہ سرچ لائٹوں کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ نیچے جانے والے زینے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے ذہن میں ہیون سے حاصل کی ہوئی معلومات تازہ ہو گئیں پھر اس نے زینے سے نیچے اترنا شروع کر دیا۔ زینے کا اختتام ایک راہداری پر

کدو ریس

کینیڈا کے علاقے نووا اسکاٹیا میں ہر سال بڑے بڑے کدوؤں کی بنائی ہوئی کشتیوں کی ریس ہوتی ہے۔ دی ونڈسر پمپکن ریگاٹا اینڈ پریڈ کے نام سے منعقد ہونے والے اس ایونٹ کا آغاز 1999ء میں کیا گیا۔

ریس شروع ہونے سے پہلے پریڈ ہوتی ہے، جس میں لوگ اپنی اپنی اگائی ہوئی سبزیاں لے کر آتے ہیں۔ اس پریڈ میں کھوکھلے کیے ہوئے بڑے بڑے کدوؤں کی نمائش بھی کی جاتی ہے۔ بعد ازاں یہی کھوکھلے کدو پیس پونڈ جھیل میں 0.8 کلومیٹر کی ریس کے لیے کشتی کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی کدو کشتی کو کھینچنے کے لیے چپو استعمال کرتے ہیں جبکہ بعض لوگ اپنی کدو کشتی کو جھیل کے دوسرے کنارے تک پہنچانے کے لیے موٹر بوٹ کے چھوٹے انجن بھی استعمال کرتے ہیں۔

ہوا تھا۔ جس کے ساتھ نچلی منزل تک جانے کا راستہ تھا۔ معاً اس کی چھٹی حس بیدار ہو کر خطرے کا سگنل دینے لگی۔ اس نے چوکنا انداز میں راہداری کا جائزہ لیا۔ اسے نچلی منزل کے زینے کی طرف آہٹ محسوس ہوئی تو وہ تیزی سے ایک جانب کو لپکا۔ کئی کمروں کے سامنے سے گزر کر نسبتاً الگ تھلگ ایک کمرا منتخب کر کے اس نے پشت سے بیگ اتارا اور دروازے پر دباؤ ڈالا۔ دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ سے کھل گیا۔

کمرے میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ شیفر نے پھرتی سے بیگ اس کباڑ کے اندر چھپا دیا۔ اسی وقت کمرے کے سامنے آہٹ ہوئی۔ کسی نے دروازے پر پے در پے کئی ضربیں لگائیں۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ سامنے موجود سپاہی نے اپنی گن اس کی طرف تان لی اور اسے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ وہ سر جھکا کر باہر نکل آیا۔

اسے گرفتار کرنے والا محافظ دستے کا نگراں تھا۔ وہ اپنی ڈیوٹی ختم کر کے لوٹ رہا تھا کہ اسے راہداری میں کسی کی جھلک دکھائی دی۔ یہاں اس کے سوا کسی اور کی رہائش نہیں تھی۔ اس وقت یہاں کسی کی موجودگی خلافِ معمول تھی اس لیے اسے غیر معمولی نقل و حرکت نے چوکنا کر دیا اور اس نے بالآخر شیفر کو گرفتار کر لیا اور ایک نوجوان اس عمارت میں موجود کرنل کو خبر دینے روانہ ہو گیا۔ کرنل نچلی منزل میں مقیم تھا۔

بے وقت کی مداخلت نے کرنل پر جھنجلاہٹ طاری کر دی تھی لیکن معاملے کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے کمرے سے باہر نکلنا پڑا۔ محافظ دستے کا نگراں شیفر سے کچھ اگلوانے کی کوشش میں تھا۔ شیفر یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ کچھ نہیں بولے گا۔ چاہے اس پر کچھ ہی بیت جائے۔

کرنل کمرے میں آیا تو نگراں نے مختصراً اسے تمام رُوداد سنا دی اور حکم کا انتظار کرنے لگا۔

''کیپٹن کرٹس کو بلاؤ۔'' وہ غصے سے بولا۔ ایک نوجوان بجلی کی تیزی سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد کیپٹن وہاں موجود تھا وہ بھی اپنی شبینہ مصروفیات میں مگن تھا کہ نادر شاہی حکم نے اسے حقیقت کی دنیا میں لا پھینکا۔

کرنل نے اس قیدی سے عمارت میں داخل ہونے کا سبب اگلوانے کا حکم دیا۔ کیپٹن آگے بڑھا اور نرمی سے کچھ پوچھنے لگا۔ شیفر نے ظاہر کیا جیسے اس کی سمجھ میں کوئی بات نہ آ رہی ہو۔ کیپٹن نے چیخ کر ہیٹر اور لوہے کی سلاخیں منگوائیں اور شیفر کا بایاں ہاتھ آہنی کڑے میں پھنسا کر اسے قریبی روشندان کے سہارے کھڑا کر دیا۔ اب شیفر بایاں ہاتھ اوپر اٹھائے دیوار کے سہارے سر جھکائے کھڑا تھا۔ کیپٹن سلاخیں سرخ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک آواز گونجی۔

''اوہ کرنل! یہاں کیا ہو رہا ہے؟'' شیفر نے یہ آواز سن کر اس طرف دیکھا۔ ادھ کھلے دروازے میں ایک نیم عریاں لڑکی بڑے بے ہودہ انداز میں کھڑی تھی۔ اس کے چہرے سے بے حیائی جھلک رہی تھی۔

''اوہ ہنی، تم جا کر آرام کرو۔ چلو جاؤ۔'' کرنل نے اسے جانے کے لیے کہا مگر وہ اس کے قریب آ کر اس کے شانے سے ٹک گئی۔

''کرنل، کون ہے؟'' لڑکی کی آواز نشے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کرنل نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا کہ وہ آگے بڑھی اور شیفر کی آنکھوں کے سامنے انگلی نچاتے ہوئے بولی۔ ''اے تم کون ہو؟''

''تم نے آ کر ہمارے رنگ میں بھنگ ڈال دیا کمینے! کہیں کے۔'' لڑکی کا لہجہ اس کے جرمن ہونے کی چغلی کھا رہا تھا۔ شیفر نے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر دوسری طرف رخ کر لیا۔

''اوہ ہنی! اِدھر آؤ۔'' کرنل نے اسے اپنے قریب گھسیٹ لیا۔ ''تم بڑی جلدی آؤٹ ہو جاتی ہو۔ تم اتنی زیادہ مت پیا کرو۔'' کرنل نے اسے سرزنش کی۔

''نہیں کرنل! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ایک دم فِٹ کلاس۔ ابھی تو میں نے کچھ بھی نہیں پی۔'' وہ ٹھنکتے ہوئے بولی پھر اس نے سامنے کھڑے فوجی سے کہا۔ ''اے سنو! نیچے سے ہماری بوتل اور گلاس لے آؤ۔ ہم اپنی محفل یہیں سجائے لیتے ہیں۔''

وہ کرنل کی محبوب نظر کے حکم سے سرتابی کرنے کی ہمت کہاں سے لاتا۔ چنانچہ وہ حکم ملتے ہی کمرے سے باہر نکل گیا۔

واپسی پر اس کے ہاتھ میں خوبصورت ٹرے تھی جس میں شراب کی بوتل اور نازک سے جام تھے۔ لڑکی نے شراب انڈیلی اور جام کرنل کے منہ سے لگا دیا۔ کرنل نے جلدی سے پینا چاہا تو اسے اُچھو لگ گیا۔ وہ بری طرح کھانسنے لگا۔ لڑکی نے قہقہے برساتے ہوئے باقی شراب اس کے اوپر انڈیل دی۔ اسی لمحے کمرے میں ایک انسانی سسکی

ابھری۔ تیز اور روح میں سرایت کر جانے والی سسکی۔ لڑکی نے چونک کر شیفر کی طرف دیکھا جسے کیپٹن سرخ سلاخوں سے داغ رہا تھا۔ یہ سسکی اس کے انتہائی ضبط کے باوجود صرف ایک بار نکلی۔ فضا میں انسانی گوشت جلنے کی بو لہرا رہی تھی۔ شیفر سختی سے منہ بند کیے اذیتیں برداشت کرتا رہا۔

''یہ کُتا چپ کیوں ہے؟ چیخ کیوں نہیں رہا؟'' لڑکی نے کیپٹن سے سوال کیا۔

''کُتیا، ضمیر فروش، بے غیرت، بے حیا۔'' شیفر کے ہونٹوں نے جرمن میں ایک جملہ ادا کیا اور اس کے ہونٹ بھنچ گئے۔

''یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' کرنل نے چونک کر لڑکی سے پوچھا۔

''کچھ نہیں! یہ اپنی ماں کو یاد کر رہا ہے۔'' لڑکی نے جھوٹ بولا۔

''ہنی، تم ایک کام کر سکتی ہو؟'' کرنل نے اس کے کان میں سرگوشی کی پھر جواب سنے بغیر آگے بولا۔ ''تم اپنے جرمن ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے ہمدردی کا اظہار کرو اور اس سے یہاں آنے کا مقصد پوچھو۔'' کرنل نے اسے ہدایت کی۔

''اوہ...... کیوں نہیں...... لیکن......'' لڑکی نے کیپٹن اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کچھ اشارہ کیا۔ کرنل نے کیپٹن کو روکا پھر ایک طرف لے جا کر کچھ سمجھایا۔ تھوڑی دیر بعد کمرے میں کرنل اور لڑکی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

''اے سنو!'' لڑکی نے آگے بڑھ کر شیفر کو ہلایا۔ شیفر نے غضب آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس پر غشی سی طاری ہو رہی تھی۔

''میں...... میں عظیم جرمن پر جان دے دوں گا...... لل...... لیکن۔''

شیفر نے بڑی مشکل سے یہ الفاظ ادا کیے اور جملہ پورا کیے بغیر ہی بے ہوش ہو گیا۔

''کرنل! یہ تو بے ہوش ہو گیا۔'' لڑکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ جلد ہی ہوش آ جائے گا اسے۔'' کرنل نے بڑے اطمینان سے کہا اور پھر دھیمے لہجے میں لڑکی کو کچھ سمجھانے لگا۔ لڑکی اس کی باتیں سننے کے دوران میں جیسے کہیں اور ہی تھی۔ شاید وہ کسی کشمکش میں مبتلا تھی۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ کیا وہ اپنی غلطیوں کا کفارہ ادا کر سکتی تھی۔ مگر کس طرح؟ اس نے سوچا۔

عظیم جرمن! میں تیرے بیٹے کا مقصد پورا کرنے کا ایک موقع ضرور فراہم کروں گی۔'' یہ فیصلہ کر کے وہ لہراتی ہوئی آگے بڑھی اور بے حجابانہ کرنل کے قریب ہو گئی۔ اسی دوران کرنل کو کچھ خیال آیا تو اس نے لڑکی کا ہاتھ تھاما اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

شیفر کو ہوش آیا تو کمرا خالی پڑا تھا۔ اس نے زخمی نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ لوہے کی زنجیر میں اس کا ہاتھ بدستور جکڑا ہوا تھا۔ زنجیر کا دوسرا سرا روشندان سے نکل کر دوسری طرف کہیں بندھا ہوا تھا۔ کمرے میں شراب کی خالی بوتل اور جام پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ایک لمحے اپنی حالت پر غور کیا اور پھر اسے یاد آ گیا کہ وہ یہاں کیوں آیا تھا۔

تو کیا وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو جائے گا۔ اس نے سنجیدگی سے سوچا۔ نہیں مجھے ہر قیمت پر اپنا مشن پورا کرنا ہے۔ میں ناکام نہیں رہ سکتا مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے وہ بم میں ٹائم فکس کرنے سے پہلے ہی گرفتار ہو گیا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ گرفتاری سے پہلے ہی بم چھپانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اتحادی اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے وہ تو صرف اس سے عمارت میں داخل ہونے کا راستہ اور یہاں آنے کا سبب جاننا چاہتے تھے۔ یہ ان کی توقع کے خلاف تھا کہ ایک اجنبی شخص ان کے سارے حصار توڑ کر اس عمارت میں داخل ہو گیا تھا جہاں ان کی مرضی کے بغیر ایک پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اس کا واضح جواب تھا کہ ان کے انتظامات میں کوئی نہ کوئی کمی ضرور موجود ہے۔ وہ اس بارے میں جاننے کے خواہاں تھے۔ شیفر نے بڑی تیزی سے اس نایاب موقع سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچا۔

اچانک اس کی نگاہ فولادی زنجیر پر پڑی جو اس کے بائیں ہاتھ کو جکڑے ہوئے تھی۔ اس کمرے سے نکلنے کے لیے زنجیر سے نجات پانا ازبس ضروری تھا مگر کس طرح؟ ابھی وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ اسے دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے گردن اٹھا کر ادھ کھلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ کوئی شخص اسے چیک کرنے آیا تھا۔

''یہ تو ابھی تک بے ہوش ہے۔'' اس نے کسی سے

کہا۔

’’ممکن ہے یہ صبح تک زندہ نہ بچے۔‘‘ دوسرے شخص نے رائے دی۔ ’’بے حد زخمی ہو چکا ہے۔‘‘

’’اچھا چلو کرنل صاحب کو مطلع کریں۔‘‘ پہلے شخص نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا۔ دونوں ایک ساتھ کمرے سے نکل گئے۔

اس کے سارے جسم سے آگ کی لپٹیں سی اٹھ رہی تھیں۔ اس نے اپنا ہاتھ آزاد کرنے کی ترکیب سوچی۔ زنجیر کٹنا یا ٹوٹنا ناممکن تھا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس طرح اسے آزادی نصیب ہو سکتی تھی۔ یہ مہنگا سودا ضرور تھا مگر جان سے زیادہ نہیں۔ اس کی نگاہ شراب کی اس خالی بوتل پر جمی ہوئی تھی جو اس کے نزدیک ہی پڑی تھی۔ اس نے پاؤں آگے بڑھا کر بوتل اپنی طرف لڑھکائی۔ پاؤں ہی کی مدد سے اس نے بوتل اوپر اٹھائی۔ اب بوتل شیفر کے دائیں ہاتھ میں تھی۔ اس نے بوتل ایک خاص انداز سے پکڑی اور دیوار سے ٹکرا دی۔ پہلی ہی بھرپور ضرب میں بوتل ٹوٹ گئی۔ اس نے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر بوتل کی دھار اپنی کلائی کے جوڑ پر رکھی اور آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے ہی لمحے اس کے دائیں ہاتھ کو حرکت ہوئی۔ گرم گرم خون بھل بھل بہہ کر اس کے اوپر گرنے لگا وہ اپنے دانتوں میں زبان بھینچے کلائی کا جوڑ کاٹتا رہا۔ جب کھال اور نسیں کٹ گئیں تو اس نے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ اس کا پنجہ آہنی کڑے میں رہ گیا اور کٹا ہوا ہاتھ گرفت سے آزاد ہو گیا۔ خون تیزی سے بہنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک لمحے کو اندھیرا چھا گیا مگر وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ اس نے پھرتی سے قریب پڑی قمیص پھاڑی اور کلائی پر باندھ دی۔ خون بہنا کم ہو گیا۔ اس نے خنجر نما بوتل اٹھائی اور تیز قدموں سے دروازے تک پہنچا اور ہوشیاری سے باہر جھانکا۔ راہداری خالی پڑی تھی۔ اس نے زقند بھری اور کمرے سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ اس کمرے کی طرف تھا جہاں اس نے بم چھپایا تھا۔ اس سمت جاتے ہوئے اس کی بے چین نگاہ اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

مطلوبہ کمرے کے سامنے جا کر اس نے دروازے کے ہینڈل پر زور آزمایا۔ دروازہ حسبِ سابق مقفل نہ تھا۔ اس نے آہستگی سے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور کباڑ میں سے بم نکالنے لگا۔ بم موجود تھا اس نے دیوار کے سہارے ٹک کر بم دونوں گھٹنوں کے درمیان دبایا پھر اس کا دایاں ہاتھ حرکت میں آ گیا۔ دوسرے ہی لمحے بم دس منٹ بعد پھٹنے...... کے لیے تیار تھا۔

کمرے سے باہر آنے سے پہلے اس نے راہداری خالی ہونے کا اطمینان کیا اور دبے پاؤں آگے بڑھتا چلا گیا۔ بم اب بھی اس کے پاس تھا۔ اس نے بم ایک روشن دان کے ذریعے درمیانی کمرے میں ڈالا اور تیزی سے چھت کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی طرف لپکا۔ آخری سیڑھی طے کر کے جیسے ہی اس نے چھت پر قدم رکھا اسے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

’’ہینڈز اَپ!‘‘

سپاہی نے چیخ کر کہا اور رائفل کی نال اس کی طرف سیدھی کر لی۔ اس نے گولی کی پروا کیے بغیر سپاہی پر حملہ کر دیا اور اپنا دایاں بازو سپاہی کی گردن میں ڈال دیا۔ سپاہی نے اس پر حملہ کرنے کی غرض سے رائفل نیچے گرا دی اور جوابی حملہ کرنا چاہا مگر اسے دیر ہو چکی تھی۔ شیفر پر خون سوار تھا۔ وہ سپاہی کی گردن دباتا چلا گیا۔ جیسے ہی سپاہی کا جسم جھول گیا، شیفر نے اسے فرش پر پٹخ دیا اور سیڑھیوں کی طرف متوجہ ہوا جن پر آنے والوں کے قدموں کی دھمک گونج رہی تھی۔ اس نے پھرتی سے دروازہ بند کیا اور چٹخنی چڑھا دی۔ دوسری طرف سے دروازے پر چوٹیں پڑنے لگیں۔ کسی نے خطرے کا سائرن بجا دیا تھا۔ شیفر دوڑتا ہوا اس جگہ آیا جہاں اس نے کمند ڈالی تھی۔ کمند بہ دستور موجود تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے رسی تھامی اور نیچے اترنے لگا۔ چھت سے فائرنگ کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ شاید اتحادی فوجی دروازہ توڑنے میں ناکام ہو کر اپنی حسرت نکال رہے تھے یا ان کے خیال میں یہی مناسب تھا۔

شیفر تیزی سے پھسلتا چلا گیا۔ ابھی زمین اور اس کے درمیان کافی فاصلہ تھا کہ اس نے رسی چھوڑ دی اور زمین پر آ رہا۔ نیچے گرتے ہی اس نے سمت کا اندازہ کیا اور دوڑنا چاہا مگر اب اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ وہ ایک بار لڑکھڑا کر گرا اور پھر اٹھ کر بھاگنے لگا۔ اس نے کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اس کے عقب میں ایک زوردار دھماکا ہوا۔ اس نے مڑے بغیر جان لیا کہ اس کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ عمارت تباہ ہو گئی تھی۔ پے در پے دھماکے اب بھی سنائی دے رہے تھے اور شیفر زمین پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ بے ہوش ہونے سے قبل شیفر نے ہیون کو اپنے اوپر جھکتے دیکھ لیا تھا۔

☆☆☆

’’جیمی...... جیمی......! میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں صحیح سلامت نہ لوٹ سکا۔‘‘

شیفر نیم بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑایا۔ اس کے قریب موجود جیمی نے اس کے چہرے پہ اپنی زلفیں بکھیر دیں۔ شاید وہ شیفر کو قربت کا احساس دلانا چاہتی تھی۔

’’شیفر! میرے محبوب! میری زندگی!‘‘ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

شیفر نے کسمسا کر رخ بدلنا چاہا۔ جیمی نے اس کی تپتی پیشانی پر اپنے حیات بخش ہونٹ رکھ دیے۔

’’میرے محبوب! میں ہر حال میں صرف تمہاری ہوں۔ تمہاری رہوں گی۔‘‘ اس نے پُرعزم لہجے میں کہا اور اس کا بازو سہلانے لگی۔

شیفر کی واپسی کے بعد وہ مسلسل اس کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ مسلسل شب بیداریوں نے اس کے صبیح چہرے پہ اپنے تاثرات چھوڑ دیے تھے۔ وہ حزن وملال کی تصویر بنی اپنے محبوب کی تیمارداری کر رہی تھی۔ شیفر جب عمارت تباہ کرنے روانہ ہوا تھا تو اسے احساس تھا کہ جیمی کی چند روزہ رفاقت نے اس کے دل پر کتنے نقش چھوڑے ہیں۔

ہیون نے اپنے ذرائع کے مطابق اس کے علاج میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ خون کی کمی نے شیفر کی ساری توانائیاں چھین لی تھیں پھر رہی سہی کسر ان زخموں نے پوری کر دی تھی جو گرم گرم سلاخوں کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔ ابتدا میں اس کا سانس بھی رک رک کر چل رہا تھا۔ اسے مناسب علاج اور دواؤں کی ضرورت تھی جبکہ جنگ کے دوران میں دواؤں کی فراہمی مشکل تھی پھر بھی اس تنظیم کے جیالے ہر قیمت پر شیفر کی جان بچانے کے خواہاں تھے۔

رفتہ رفتہ شیفر کی حالت سدھرتی چلی گئی۔ اس نے پہلی بار آنکھ کھولی تو اس کے سامنے اپنے مسیحا کا چہرہ آیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ بکھری بکھری زلفوں اور سوجی ہوئی آنکھوں نے شیفر کو بے چین کر دیا۔

’’جیمی...... جان!‘‘ اس نے بے اختیار کہا۔

جیمی نے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے خود کو اس کے سینے سے لگا دیا۔

’’جان! تم رو رہی تھیں؟‘‘ اس نے مدھم آواز میں پوچھا۔

’’نہیں...... نہیں تو......‘‘ جیمی نے چہرہ اٹھا کر مسکراتے ہوئے جھوٹ بولا۔

اس لمحے اس نے دوسرا ہاتھ اٹھانا چاہا تو اس نے کلائی پر بندھی پٹیاں دیکھیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ماضی زندہ ہوتا چلا گیا۔ وہ اپنی مہم میں اپنا ہاتھ ضائع کر آیا تھا۔ ہاتھ سے محرومی نے اسے ایک لمحے کے لیے اداس کر دیا۔

جیمی نے اس کی اداسی محسوس کر لی اور اس کی توجہ ہٹانے کے لیے کہا۔

’’شیفر! تمہارے کارنامے نے اتحادیوں میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ ان کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ وہ بھوکے کتوں کی طرح بستی بستی گلی گلی دشمنوں کا کھوج لگاتے پھر رہے ہیں اور نہتے شہریوں پر اپنا غصہ اتار رہے ہیں۔‘‘

’’جیمی! میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔‘‘ میں اپنے چیف کو رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔‘‘

’’نہیں، تم ابھی سفر کرنے کے قابل نہیں ہو۔ دوسرے یہ کہ تم یہاں سے تنہا نہیں جاؤ گے، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں تمہارے بغیر کس طرح رہ سکتی ہوں۔‘‘ جیمی یہ کہتے ہوئے شرما سی گئی۔

شیفر چونک اٹھا۔ اس نے حیابار جیمی کی طرف دیکھا اور اسے اپنے سینے سے لگا کر سرگوشی کی۔ ’’جیمی، میری کائنات!‘‘ شیفر کی حالت سنبھلی تو اس نے علاقے سے نکلنے کا پروگرام بنانا شروع کر دیا۔ اس بار اسے اپنے ذرائع پر انحصار کرنا تھا کیونکہ اس کی واپسی غیر متوقع تھی۔ اس کے محکمے نے تو اس کی موت کی تصدیق کر دی ہوگی کیونکہ مہم کی کامیابی اس کی موت سے مشروط تھی۔

ہیون نے جیمی کو اس کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی۔ جیمی کی وجہ سے اسے زیادہ احتیاط برتنی پڑی اور خصوصی انتظامات کرنا پڑے۔ اس کا بس چلتا تو وہ کسی طرح اُڑ کر اپنے چیف کے سامنے جا پہنچتا۔ جہاں اسے اس کے عظیم کارنامے پر شاندار انعام ملتا۔ اس نے یقیناً ایک ایسا کارنامہ انجام دیا تھا کہ اس کے سینے پر تمغا لگایا جاتا، اس نے بارہا اپنے سینے پر ملک کے اعلیٰ ترین تمغوں میں سے ایک تمغا جھلملاتا محسوس کیا۔ تصور میں کئی بار ہٹلر بذاتِ خود اسے مبارک باد دیتا رہا اور وہ جلد از جلد اپنی سب سے بڑی خواہش کی تکمیل کے خواب سجائے جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

ہیون نے اسے واپسی کا نسبتاً محفوظ راستہ سمجھایا۔ اب اس کے ساتھ جیمی کا مستقبل بھی وابستہ تھا۔ ہیون کی خواہش تھی کہ وہ دونوں خیریت سے جرمنی پہنچ جائیں۔ اس لیے اس نے انہیں اس جنگل تک چھوڑنے کا فیصلہ کیا جسے عبور کرکے وہ جرمن کے زیرِتسلط علاقے تک پہنچنے میں کامیاب ہوسکتے تھے۔ اس نے شیفر کی خواہش کے مطابق اسلحہ وغیرہ کا بھی بندوبست کردیا تھا۔

جیمی کے حسین اور نازک وجود نے اسے زندگی سے پیار کرنا سکھادیا تھا۔ اب وہ زندہ رہنا چاہتا تھا کیونکہ اسے جیمی کا قرب میسر تھا۔ ہیون اسے مناسب مقام تک چھوڑکر نیک خواہشات کے ساتھ واپس ہوگیا۔

سفر کا آخری مرحلہ اسے اپنی صلاحیت اور ذہانت سے طے کرنا تھا۔ مسلسل سفر نے اسے بے حد تھکادیا تھا۔ اس پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی۔ جیمی نے درختوں سے گھری ایک مناسب جگہ تلاش کی اور اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ بڑی محبت سے بولا۔ ”ہاں جان! اب ہم آرام ہی کریں گے جان! تم میرے لیے بلاوجہ اتنی پریشانیاں اٹھارہی ہو۔“

”شیفر! ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ میں یہ سب اپنی مرضی سے کررہی ہوں۔“ جیمی نے ایک ادا سے کہا اور اسے سہارا دے کر نیم دراز کردیا اور ہولے ہولے اس کا سردبانے لگی۔

”جاناں!“ شیفر کی خواب آلود آواز ابھری۔

”ہاں کہو۔“ جیمی نے اس کی طرف متوجہ ہوکر کہا۔

”میں سوچ رہا تھا کہ وہ وقت کتنا عجیب ہوگا جب میں اپنے چیف کے سامنے زندہ موجود ہوں گا اور وہ حیرت زدہ ہوکر میری رُوداد سن رہا ہوگا۔ جانتی ہو پھر کیا ہوگا؟“ اس نے جیمی سے سوال کیا۔

”نہیں۔“ جیمی نے جواب دیا۔

”جب میں وہاں پہنچوں گا تو ایک تہلکہ مچ جائے گا۔ سب لوگ مجھے اپنے گھیرے میں لے لیں گے۔ میں بڑے فخر سے اپنا کارنامہ سناؤں گا۔ مجھے یقین ہے میرا کارنامہ سن کر وہ مجھے اپنے کاندھوں پر اٹھالیں گے۔ پھر میرا چیف فوری طور پر میرے کارنامے سے ہائی کمان کو آگاہ کرے گا۔ اس کے بعد، ہاں اس کے بعد...... یقیناً مجھے میرے خوابوں کی تعبیر مل جائے گی۔ مجھے برلن بھیجا جائے گا اور......اور پھر یقیناً عظیم فیوہرر، عظیم جرمن کا عظیم رہنما مجھ سے ہاتھ ملائے گا۔ مجھے مبارکباد دے گا اور میرے سینے پر خود اپنے ہاتھوں سے تمغا سجادے گا۔“ شیفر یہ کہتے کہتے خوابوں کی دنیا میں کھوگیا۔ اس نے آنکھیں موندلی تھیں۔

جیمی نے بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔ ”اچھا ڈیئر! اب آرام کرو۔ سورج غروب ہوتے ہی ہمیں اپنا سفر شروع کرنا ہے۔“ شیفر نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاید وہ خواب میں ہٹلر سے ہاتھ ملا رہا تھا۔

☆☆☆

شام کے سائے گہرے ہورہے تھے۔ سورج کی چمکدار کرنوں کا زور ٹوٹ رہا تھا۔ پرندوں نے اپنے رین بسیروں کا رخ کرنا شروع کردیا۔ شب بیداری کے عادی جانور اپنا راگ الاپنے لگے تھے۔ فضا ملی جلی آوازوں کے شور سے گونج رہی تھی۔ جیمی کے اعصاب اسے کسی ممکنہ خطرے کا احساس دلارہے تھے۔ اس نے اطراف کا جائزہ لیا۔ وہ جس جگہ موجود تھے وہ عام رہ گزر سے یقیناً ہٹ کر تھی لیکن وہاں بھی دونوں کی بیک وقت موجودگی مناسب نہ تھی۔

اس نے شیفر کا کندھا ہلاکر اسے بیدار کرنا چاہا مگر وہ کروٹ بدل کر رہ گیا۔ اب اس کے پاس موجودہ صورتِ حال کا یہی حل رہ گیا تھا کہ وہ تھکے ہوئے شیفر کو سونے دے اور کہیں قریب رہ کر اس کی حفاظت کرے۔ اس نے قریب ہی ایک درخت کو بھانپ لیا۔ وہ اس پر چڑھنے لگی۔ ایک رائفل اس کی پشت پر لٹک رہی تھی۔

تھوڑی سی مشکل کے بعد وہ درخت پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئی۔ یہاں سے وہ شیفر کے ساتھ ساتھ قریبی پگڈنڈی پر بھی نگاہ رکھ سکتی تھی۔

سورج غروب ہوتے ہی پرندوں کی چہکار معدوم ہوگئی۔ اِدھر اُدھر سے جھینگروں کے جھائیں جھائیں بولنے کی آواز بلند ہورہی تھیں۔ کچھ دیر بعد اس نے سوچا کہ شیفر کو سوتے ہوئے کافی دیر ہوگئی۔ اب اسے جگاکر آگے بڑھنا چاہیے۔

ابھی وہ پیڑ سے اترنے کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ کسی جانور نے کرخت آواز میں شور مچایا۔ وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ اس وقت قریب سے کچھ لوگوں کے قدموں کی دھمک سنائی دی۔ اس نے سانس روک کر اس طرف دیکھا۔ رائفل اس کے شانے سے ہاتھوں میں آگئی۔ آنے والے اتحادی فوج کے سپاہی تھے جو شاید معمول کے مطابق گشت پر نکلے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں طاقتور ٹارچیں تھیں جن کی روشنی جیمی کے درخت کے نیچے سے گزرکر ایک جگہ رک گئی۔ جیمی نے دیکھا کہ وہ سپاہی کچھ نشانات کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔ وہ نشانات ایک خاص سمت کی نشاندہی کررہے تھے۔ سپاہی نے اپنے ساتھیوں کو آنے کا اشارہ کیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس طرف بڑھا جہاں شیفر محوِ خواب تھا۔

”اسے گھیرلو۔“ جیمی نے کسی کی کرخت آواز سنی۔ ایک ٹارچ کی روشنی بدستور شیفر پر پڑرہی تھی۔

”کیا خیال ہے؟“ ایک سپاہی نے دوسرے سے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ یہیں اس کا قصہ پاک کردو۔“ جواب ملا۔ اسی لمحے شیفر نے کروٹ بدلی۔

ایک سپاہی نے رائفل تان لی اور شیفر کے سر کا نشانہ لینے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر جیمی کے اعصاب تن گئے۔ اس کے سامنے اس کا محبوب، اس کا دلبر موت سے ہمکنار ہونے والا تھا۔ اس کا جسم پسینے میں شرابور ہوگیا۔ کیا وہ اپنے محبوب کو مرنے دے۔ اس نے تیزی سے سوچا اگر وہ شیفر کو بچانے کی کوشش کرتی تو باقی فوجی اس کی طرف متوجہ ہوجاتے اور پھر اس کا بچنا محال ہوتا۔ فوجی نے شست باندھ کر جیسے ہی ٹریگر دبانا چاہا جیمی نے رائفل سیدھی کی اور سپاہی کے گولی چلانے سے پہلے فائر کردیا۔ جیمی کی چلائی ہوئی گولی فوجی کے سر میں لگی اور وہ تیوراکر گر پڑا۔ باقی فوجیوں نے بجلی کی سی پھرتی کے ساتھ پوزیشن لیتے ہوئے اس طرف دیکھا جدھر سے فائر ہوا تھا اور یکے بعد دیگرے کئی رائفلیں بیک وقت گرجیں۔ درخت جیمی کا دریدہ جسم نہ سنبھال سکا۔

پے درپے دھماکوں نے شیفر کو بیدار کردیا۔ اس نے گھبراکر صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ جیمی کی چیخ نے اسے اپنے حواسوں میں لوٹادیا تھا۔ اس نے سامنے پڑی رائفل اٹھائی اور کچھ فاصلے پر موجود سپاہی پر گولی چلادی۔ ایک انسانی چیخ اور بلند ہوئی۔ باقی دونوں فوجیوں نے جان بچانے کے لیے ایک طرف زقند لگائی۔ اسی وقت شیفر نے درختوں کے پیچھے چھپ کر ایک فائر داغ دیا اور تیزی سے بھاگنے لگا۔

وہ اپنے تعاقب میں آنے والوں کو جُل دیتا اور ان کی برسائی ہوئی گولیوں سے بچتا اندر ہی اندر دوڑتا رہا۔ اسے صرف سمت کا اندازہ تھا۔ اجنبی راستے کی دشواریاں اور غلط

راستے کے انتخاب نے اسے بہت سے نئے زخم بخش دیے۔ بھاگتے بھاگتے اس کا سانس اکھڑنے لگا مگر زندگی کی آرزو اسے دوڑنے پر مجبور کرتی رہی۔ وہ آنکھوں کے سامنے رقص کرتے اندھیرے اور رنگ برنگے دائروں کو نظرانداز کرکے آگے بڑھتا رہا۔ وہ جنگلی جھاڑیوں اور اکھڑے ہوئے درختوں کی شاخوں سے الجھتا رہا پھر اسے محسوس ہوا جیسے درختوں کا علاقہ ختم ہورہا ہے۔ فضا اب پہلے کے مقابلے میں روشن روشن سی ہوگئی تھی۔ اس کا تعاقب ختم ہوچکا تھا مگر وہ پھر بھی بھاگتا رہا۔ بھاگتے بھاگتے اس نے اپنے قدموں کے نیچے پکی سڑک محسوس کی۔ وہ چند لمحے سانس لینے کے لیے رکا۔ اسی لمحے ایک گاڑی تیزی سے اس طرف آئی۔ اس کی زد سے بچنے کے لیے اس نے قدم بڑھانا چاہے مگر جیسے اس کے پاؤں بے جان ہوگئے تھے۔ وہ اپنی قوت کھوچکا تھا۔ گاڑی کے ڈرائیور نے پوری قوت سے بریک لگائے مگر پھر بھی وہ زد میں آئے بغیر نہ رہ سکا اور گاڑی کے ساتھ دور تک گھسٹتا چلا گیا۔

☆☆☆

”شیفر! تم...... تم...... زندہ ہو؟“ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف برنارڈ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

”یس سر! میں نے وہ عمارت تباہ کردی۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ میں نے اپنی مرضی سے پروگرام میں کچھ تبدیلی کردی تھی لیکن سر! میں کامیاب رہا ہوں...... یہ دیکھیے...... میں نے۔“

”ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔“ چیف برنارڈ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کی بات کاٹی پھر اس کا دوسرا ہاتھ میز کے نیچے رینگ گیا۔ اس کا ہاتھ باہر آیا ہی تھا کہ کمرے میں پانچ مسلح فوجی داخل ہوئے۔ چیف برنارڈ نے انہیں مخاطب کیا۔ ”اسے گرفتار کرلو۔“ چیف برنارڈ کی انگلی شیفر کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

”سر...... سر...... آپ کو یقیناً...... یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے...... شاید آپ تک اس عمارت کے تباہ ہونے کی خبر نہیں پہنچی...... شاید......“

”لے جاؤ اِسے......“ چیف برنارڈ دہاڑا اور مسلح فوجیوں نے شیفر کو نرغے میں لے لیا۔

☆☆☆

درِ زنداں کھلا اور شیفر کے تاریک چہرے پر روشنی عود کر آئی۔ رات بھر وہ ذہنی عذاب میں مبتلا رہا تھا اور اب شاید اسے رِہا کیا جارہا تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید عمارت تباہ ہونے کی تصدیق ہوچکی ہے۔ لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ اسے رِہا نہیں کیا جارہا تھا بلکہ فوجی اسے اپنے نرغے میں لیے کسی سمت بڑھ رہے تھے۔

”تت...... تم لوگ...... مجھے کہاں لے جارہے ہو؟“ شیفر نے ہکلاتے ہوئے فوجیوں سے سوال کیا۔

شیفر کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ کچھ راہ داریاں عبور کرکے فوجی اسے لیے ایک میدان میں پہنچ گئے۔ شیفر اس میدان کو پہچانتا تھا۔ یہاں فوجی نشانے بازی کی مشق کرتے تھے۔ میدان کے درمیان ایک آہنی کھمبا تھا۔ شیفر کو اس کھمبے سے باندھ کر فوجی رخصت ہوگئے۔ چند ہی لمحے بعد شیفر نے بھاری قدموں کی آوازیں سنیں۔ شیفر کے چہرے سے شدید الجھن اور ہراس مترشح تھا۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ دور سے ایک فوجی دستہ مارچ کرتا ہوا آرہا تھا اور اس کے ساتھ چیف برنارڈ بھی تھا۔ مسلح فوجی دستہ کچھ فاصلے پر رک گیا مگر چیف برنارڈ، شیفر کی طرف بڑھا اور پھر اس کے قریب پہنچ کر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

”شیفر! ہمیں اس عمارت کی تباہی کا علم دوسرے دن ہی ہوگیا تھا۔ کل جب تم اس موت کے مشن سے زندہ بچ کر آئے اور مجھ سے ملے تو میں نے تمہاری آمد سے ہائی کمان کو مطلع کیا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ مجھے رات ہی کو ہائی کمان سے احکامات موصول ہوگئے تھے تمہیں موت کے مشن پر بھیجا گیا تھا جس میں تمہیں اپنی جان دینی تھی۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ تم نے حکم عدولی کی۔ اس حکم عدولی کے سبب عظیم فیوہرر نے حکم دیا ہے کہ تمہیں فوری طور پر گولی ماردی جائے۔“ یہ کہتے ہی چیف برنارڈ تیزی سے پیچھے ہٹا اور اس نے جیب سے رومال نکالا' فائرنگ اسکواڈ نے رائفلیں سیدھی کرلیں۔ پھر چیف برنارڈ کا ہاتھ بلند ہوا اور رومال لہرایا۔ فضا پے در پے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ شیفر کا سر ڈھلک کر سینے پر آرہا تھا اور اس کے جوان سینے پر یکے بعد دیگرے تمغے سجتے جارہے تھے۔ پہلا تمغا دوسرا تمغا...... تیسرا تمغا اور چوتھا تمغا...... مگر شیفر نے تو پہلے ہی تمغے سے مطمئن ہوکر اپنی آنکھیں موندلی تھیں۔ جیسے اس کا خواب پورا ہوگیا ہو......